

حضرت مولانا علی منصورؒ *

تہذیبوں کا عروج و زوال

یہ بات سائنس و مذہب دونوں کے نزدیک مسلم ہے کہ اس کائنات کا نظام اسباب کے ساتھ مرتبط ہے اور اس کے لئے اہل قوانین مقرر ہیں۔ جسے خدا کے ماننے والے سنت اللہ اور نہ ماننے والے آف دی نیچر کہتے ہیں۔ دونوں اس بات پر بھی متفق ہیں کہ قدرت کے یہ قوانین وضوابط غیر متبدل اور اہل ہیں وہ ہر ایک کے لئے یکساں ہیں۔ تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مختلف ادوار میں بعض تہذیبیں اور اقوام ابھر کر عروج حاصل کرتی ہیں اور دوسری بعض زوال و کسرت کا شکار ہو کر معدوم یا بے حیثیت ہو کر رہ جاتی ہیں جب ہم اس کا سبب و علت تلاش کرتے ہیں تو تہذیبوں یا قوموں کے عروج و زوال کی علت و سبب یا بنیادی فیکٹر کے طور پر جو حقیقت سامنے آتی ہے وہ ہے علم یعنی کوئی تہذیب و قوم شاہراہ علم پر جس قدر آگے بڑھ جاتی ہے اسی قدر وہ عروج و ترقی حاصل کرتی ہے اور علم میں جس قدر پسماندہ رہ جاتی ہے اس کے مطابق زوال و کسرت کا شکار ہو کر کالعدم یا بے حیثیت بن کر رہ جاتی ہے دنیا کی کوئی تہذیب کوئی قوم کوئی مذہب کوئی فلسفہ حیات قدرت کے اس اہل قانون سے مستثنیٰ نہیں کہ علم کی ترقی سے عروج اور تنزل سے زوال کا مرتب ہونا ایک اہل حقیقت لاء آف دی نیچر یا سنت اللہ ہے۔

دوسرے الفاظ میں کہا جاسکتا ہے کہ علم طاقت و قوت اور جہالت کمزوری و ضعف ہے اور طاقت کے لئے ہمیشہ سر بلندی و عروج مقدر ہے اور جرم ضعیفی کی سزا ہر دور میں مرگ و مفاعلت ہی ہے یہی وجہ ہے کہ انسانی تاریخ میں جب کبھی علم نے اپنی جگہ بدلی اس کے ساتھ طاقت کا توازن بھی بدلا اور طاقت کیساتھ ساتھ دنیا کا جغرافیہ و تاریخ بھی تبدیل ہوا ہر دور میں جن تہذیبوں یا اقوام کے پاس علم کی طاقت آئی انہوں نے اپنی منشاء کے مطابق دنیا کی جغرافیہ میں تبدیلی کی۔ تاریخ میں اپنا نقش ثبت کیا۔ اسے کوئی انسانی اخلاقی مذہبی اصول و ضابطہ نہیں روک سکا۔ مثلاً جب تیمور لنگ نے ماسکو پر قبضہ کیا۔ تو ان سے اپنی شرائط پر معاہدہ کیا اس میں حاکم ماسکو نے عہد کیا کہ وہ ان کی اولاد اولاد کی اولاد کبھی کسی زمانہ میں سرحد کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گے مگر جب طاقت کا توازن ماسکو کے حق میں تبدیل ہوا تو ماسکو

نے سمرقند کے ساتھ اپنی منشاء کے مطابق جو چاہا کیا دنیا میں جب مسلمانوں کا عروج تھا تو دنیا کا جغرافیہ ان کی منشاء کے مطابق طے پایا آج امریکہ کی منشاء کے مطابق دنیا کا جغرافیہ ہی نہیں انسانی قدریں، تہذیب و تمدن، کلچر تک تبدیل ہو رہا ہے اور تمام ممالک بشمول عالم اسلام کے امریکہ کی چشم و ابرو دیکھ کر اپنی پالیسیاں طے کر رہے ہیں ایک دور تھا جب یورپی ممالک فرانس و برطانیہ تک بابِ عالی (خلافتِ ترکیہ) کی خوشنودی و مرضیات کا خیال رکھتے ہوئے اپنی پالیسیاں مرتب کرتے تھے غرض دنیا کی جس قوم نے بھی علم کے سرچشموں سے خود کو سیراب کیا اور علم کے سوتوں پر قبضہ کیا وہ غالب قوم فاتح تہذیب قرار پائی اس کا یو آف دی لائف یعنی طرزِ حیات اس کی سوچ و فکر اس کی قدریں اس کا کلچر و تمدن مثالی اور قابلِ اتباع سمجھا گیا، اور دنیا کی باقی اقوام نے اس کی نقل و اتباع اپنے لئے باعثِ افتخار و باعثِ شرف سمجھا خواہ وہ کوئی قوم ہو دنیا کے کسی خطہ میں بستی ہو اس کا کوئی مذہب و کلچر ہو کچھ عرصہ پہلے تک نظریاتی اعتبار سے امریکہ کے دشمنِ ریشاء چائنا آج امریکہ کی ہر چیز، ہر فیشن، ہر کلچر لباس حتیٰ کہ زبان اور اس کے لب و لہجہ تک کی نقل اپنے لئے باعثِ فخر قرار دے رہے ہیں غرض انسانیت کی قسمت اور تہذیبوں کا عروج و زوال ہمیشہ علم سے وابستہ رہا ہے اس حقیقت کو سب سے پہلے اس کائنات کے خالق کے پیغام اور اس کے پیغامبروں نے واضح گف کیا کہ پہلے انسان حضرت آدمؑ کو مخلوقات پر برتری و فوقیت علمِ الاسماء یعنی کائنات کی اشیاء کے علم ان کی ماہیت و حقیقت سے آشنائی ان کے نفع و ضرر ان کا زیادہ سے زیادہ استعمال ہر قدرت و صلاحیت کے سبب دی گئی اسی طرح آخری پیغام (خالق کائنات کا) بھی حصولِ علم کی ترغیب سے شروع ہوتا ہے: اقراء باسم ربک الذی خلق النخ پڑھ اس رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو ایک جیسے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھ اس رب کے نام سے جو بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ اس (مالم یعلم) میں دینی و تشریحی علوم خالق اور خود کی معرفت کی طرح تمام کائناتی علوم چیزوں کی ماہیت و حقیقت سائنس و ٹیکنالوجی اکتشافات و تحقیقات سب ہی شامل ہیں۔

قرآن نے اس کائنات میں سب سے پہلے عظیم انقلابِ علم کے ذریعہ برپا کیا اس کا بنیادی عقیدہ (توحید) انسان کے لئے تمام علوم (تکوینی و تشریحی) کی شاہِ کلید ہے جس نے مظاہرِ قدرت اور عظیم مخلوقات چاند، سورج، ستارے ریپہاڑ وغیرہ کو موجود و موجود کے درجہ سے اتار کر انسان کے ادنیٰ خادم و تابعدار اور انسان کو خالق کی نیابت میں ان کا حاکم نثرول کرنے والا بتا کر مادہ و اشیاء کی کھوج، تحقیق و ریسرچ ان کی تسخیر کا عظیم باب واکر دیا قرآن کا یہ انقلابی پیغام اور اہم کی روشنی کوہِ فاراں (مکہ) سے طلوع ہو کر مدینہ پہنچی اس کے بعد دمشق، بغداد، قرطبہ، غرناطہ ہوتے ہوئے یورپ اور رے کرہٴ ارض میں پھیل کر اس نے دنیا کی ساری تہذیبوں کو مستفید کیا۔ تقریباً ۸۰۰ سال تک دنیا اس کی روشنی، علوم و فنون افکار و نظریات، سائنس و صنعت اور ہر قسم کی ترقیات کے مراحل طے کرتی رہی انسانیت نے اپنا علمی و

عصری یا تکنیکی علم ایک طاقت ہے اس کے بغیر دنیوی عروج و ترقی اور کائنات کے نظام پر کنٹرول نہیں کیا جاسکتا اور علم تشریحی طاقت کا صحیح اور مہل استعمال بتاتا ہے کہ علم کی طاقت کا استعمال کس طرح دنیا و آخرت میں انسان کی سرخروئی و بہبودی کے لئے ہو غرض ایک مسلمان کے لئے تکنیکی و تشریحی دونوں علوم ناگزیر و لازمی ہیں جس دن مسلمان علم کی دوئی (دینی و دنیوی) ختم کر کے علم کے ان دونوں اجزاء کو مضبوطی سے لے لے گا وہ دن اسلام اور اس کی تہذیب کی کامیابی و سر بلندی کا ہوگا۔ ایک مسلمان کیلئے نہ عصری علوم سے بے بہرہ رہ کر محض نیک و صالح بن جانا کافی ہے نہ دین سے غافل رہ کر دنیوی علوم و ترقیات فلاح و کامیابی کے دروازے وا کرتی ہے بلکہ ہمیں قرآن نے دنیا و دین دونوں کی حسنات طلب کرنے اور اس کے حصول کیلئے جدوجہد کی تعلیم و ترغیب دی ہے۔

سرور دو عالم اور آپ کے خلفاء راشدین کی پوری زندگی اس پر شاہد ہے کہ دور نبوت میں سرور دو عالم نے بنفس نفیس اس دور کے مفید عصری و عسکری علوم و فنون کی سرپرستی و قدر افزائی فرمائی۔ مثلاً اس دور کے جدید ترین اسلحہ دو تھے ایک دبابہ دوسرے منینق جسے آج کے ٹینک و توپ کہا جاسکتا ہے۔ ایک پرشین امپائر میں بنایا جاتا تھا تو دوسرا رومن امپائر میں فتح مکہ کے بعد سرور دو عالم نے اپنے اصحاب کو بھیج کر دونوں جدید اسلحہ کی صنعت کے علم کی تحصیل کروا کر انہیں تیار کروایا اور اپنے آخری غزوہ (طائف) میں اس دور کے یہ دونوں جدید ترین اسلحہ کا استعمال فرمایا۔ دور خلافت راشدہ میں دنیا کے مفید عصری علوم و فنون کو دینی علوم کے ساتھ سمولیا گیا تھا دور صحابہؓ میں مسلمانوں کا سب سے طاقتور اور زبردست بحری بیڑہ بن گیا تھا جس کی برتری تقریباً ۸۰ سال تک برقرار رہی۔ اسلام میں یہ علم (دینی و دنیوی) کی یک جائی تقریباً ایک ہزار سال تک برقرار رہی۔ آج کل اسلام کے شروع دور (خیر القرون) کا محض عبادات و ریاضت اور ذکر فکر کے اعتبار سے جو ادھورا تصور منظر پیش کیا جا رہا ہے وہ سخت مغالطہ انگیز و گمراہ کن ہے۔ بقول علامہ اقبال

غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشین کیا تھے

جہاں دارو جہاں بان و جہاں گیر جہاں آرا

پوری انسانی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ اس دنیا میں غلبہ و سر بلندی تسلط و اقتدار اس نے حاصل کیا جو کائنات کے متعلق موجودات و اشیاء کے متعلق علم میں تفوق لے گیا اور جس نے اشیاء کی ماہیت و حقیقت کی زیادہ وریسچ و تحقیق کی اس کے خواص و اجزاء کا زیادہ تجربہ و مہارت حاصل کی ہر دور میں کائناتی و عصری علوم میں سبقت و برتری ہی کسی تہذیب و قوم کا عروج اور اس میں پسماندہ رہ جانا اس کے لئے زوال و تباہی ثابت ہوا۔

اس روئے زمین پر علم و سائنس کی ترقی و عروج کی سرگزشت مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ قرآن کے نزول تک دنیا سائنس و تجرباتی علوم کا ایک قدم آگے نہیں بڑھا سکیں کیونکہ انسان مظاہر قدرت اور زمین و آسمان کی شکلوں کو اپنا معبود و معبود بنائے ہوئے تھا وہ ہر گز اس علم و سائنس کی ترقی و عروج کا دعویٰ نہ کر سکتا تھا اور آدنی تخیل و کنٹرول کا

سوچ بھی نہیں سکتا۔

قرآن کے انقلابی پیغام نے انسان کو خالق کائنات کا خلیفہ و جانشین بنا کر اسے کائنات کی تسخیر و کنٹرول کا پیغام دیا اس کے بعد تقریباً ۸۰۰ سال تک انسانیت اپنی دنیوی ترقیات میں قرآن اور مسلمانوں کی خوشہ چینی رہی پھر تاریخ نے ایک ورق الٹا تاریخوں کی یلغار کے بعد اچانک مسلمانوں کا علمی و فکری اور سائنسی زوال شروع ہو جاتا ہے ایسا لگتا ہے کہ دماغوں کو چھوڑ لیا گیا ہو اور علوم کے سوتے خشک ہو گئے ہوں۔ اب اجتہاد و اکتشافات، ایجادات، نئے تجربات علوم کے سمندر میں غواصی نئے حقائق کی دریافت کی بجائے الفاظ کی پرستش لفظی صنعت گری حروف و نقوش کے ساتھ تلاعب و کھیل کا دور شروع ہوتا ہے۔ نفس علم کی بجائے چند کتابیں نئے نئے علوم و فنون سے روشناس ہونے کی بجائے معرہ و چیتان قسم کے متعلق عبادات کا حل کرنا اور ان میں خیالی نکات پیدا کرنے کا نام علم رکھ دیا گیا۔ یہ علوم نہیں ان کی مردہ لاشیں تھیں جن پر لفظوں کی مینا کاری و تخیلات کی معنی آفرینی کی گئی تھی یہ علمی زوال کی لہر دن بدن تیز تر ہوتی گئی جس کی وجہ سے ہمارے علمی ادارے اور مراکز بانجھ ہو گئے۔ اب یہاں علوم و فنون کے نام سے یونانی و ایرانی مردہ افکار و نظریات و فلاسفی اور معقولات کی عبارات رٹنا اور یونان و ایران کی جہالت کے صنم کدوں اور آتش کدوں سے نکلے افکار و نظریات کی عینک سے قرآن و حدیث کا مطالعہ کرنا اور اسلامی علوم کو زبردستی ان کے سانچے میں ڈھالنے کی مشق غرض گزشتہ دور زوال میں صدیوں سے مسلمانوں نے قرآن و حدیث میں بصیرت عصری ضرورتوں میں اجتہاد نئے اکتشافات و ایجادات و تجربات و تحقیقات کی بجائے یونانی و ایرانی مردہ افکار و علوم کی لاشوں کو اٹھائے پھرنے اور ان کے اذکار رفتہ نظر پاتی بحثوں کو وجہ شرف و افتخار بنالینے کی وجہ سے علمی زوال اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ اس عرصہ میں دوسری طرف یورپ اپنی ہزار سالہ خواب غفلت سے بیدار ہونا شروع ہوا یہ ہزار سال اس نے یونانی فلسفوں اور افکار میں گزارے جواب یورپ کا تاریک دور **DARK** کہلاتا ہے۔ یورپ کی نشاۃ ثانیہ اس وقت ہوئی جب ہزار سالہ پاپائیت و تھیا کریسی کی زنجیروں کو (جس نے اپنے مظالم و سفاکیت سے علم و سائنس کی راہ روک رکھی تھی اور یونانی فلاسفی و افکار کو مقدس بنا کر لوگوں کو ان کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا) کاٹ کر پھینک دیا۔

اب یورپ یونانی علوم سے مسلمانوں کے استقرائی و تجرباتی علوم کی طرف لوٹا اور کائنات میں غور و فکر اور نئے نئے تجربات کی بدولت اور نئے نئے اکتشافات و ایجادات ہونے لگیں۔ جس نے یورپ کی دنیا بدل کر رکھ دی۔ اسپین میں مسلمانوں نے سائنسی و تجرباتی علوم کو جہاں تک پہنچایا تھا یورپ اس کا وارث بن کر اس نے آگے پیش قدمی جاری رکھی اس طرح علم و سائنس کا جو سفر عربوں سے شروع ہوا تھا یورپ کے ذریعہ موجودہ دور تک پہنچا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ زمانہ کی تعمیرات و حالات کے تقاضوں نے جوئے نئے مسائل پیدا کئے زمانہ کے جوئے چیلنج رکھے ان درپیش سوالات کا حل اور نئی راہیں یورپ کے علم و فلسفہ اور سائنس دانوں نے اپنے تجربہ و فکر اور عقل و ذہانت سے دینا

شروع کیا گزشتہ ۴-۵ سو سال میں دنیا میں جتنے معاشی و اقتصادی سیاسی و انتظامی معاشرتی و طبقاتی مسائل پیدا ہوئے ان کا حل اور جواب تلاش کرنے میں تمام تر نئے نظریات، آئیڈیاز، تھیوریز مغرب سے آئے اور دنیا کی ہر تہذیب و قوم ملک مذہب کے کروڑوں نوجوانوں نے انہیں قبول کیا، خواہ وہ نظریاتی طور پر ڈارون و ہیگل کی تھیوریز ہوں یا معاشی طور پر کمیونزم و کپٹل ازم کے نظریات یا انتظامی و سیاسی طور پر ڈیما کریسی و سیکولر طرز حکومت کا نظریہ مسلمانوں نے اس پورے عرصہ میں دنیا کو نہ کوئی نیا نظریہ و فکر دی نہ زمانہ کے چیلنج و مسائل سے عہدہ برآ ہونے میں کوئی کردار ادا کیا حتیٰ کہ وہ مغرب کے پیش کردہ نظریات و نظام ہائے حیات کو علمی طور پر چیلنج بھی نہیں کر سکے زیادہ سے زیادہ اتنا ہوا کہ ہمارے بڑے سے بڑے مفکرین نے کچھ ان مسلمان نوجوانوں کو جو مغرب کے نظریات کی رو میں بہہ گئے تھے دوبارہ اسلام کی طرف مائل کر دیا مگر ان کی فکر اس درجہ طاقتور اور توانا نہیں تھی کہ وہ مغرب کے دانشوروں اور مفکرین کو متاثر کرتی اور انہیں اپنے افکار و نظریات پر نظر ثانی پر مجبور کرتی یا دنیا کی دیگر تہذیبوں و اقوام پر اثر انداز ہوتی یہ بات باعث تشویش و فکر ہونی چاہیے کہ ہمارے علمی مراکز اور ادارے ایسے افراد پیدا کرنے سے کیوں قاصر و عاجز ہیں جو اپنے افکار و نظریات سے دنیائے انسانیت میں تہلکہ ڈال دیں مغرب کے مفکرین و دانشوروں کو اپنی تھیوری و فکر پر نظر ثانی کے لئے مجبور کر دیں ہمارے نزدیک اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ہم صدیوں سے انسانیت کی اجتماعی مسائل و وقت کے تقاضوں اور زندگی کے حقائق کی بجائے محض فرضی تخیلات اور دماغی عیاشی سے تھا ہماری علمی توانیاں و فکری قوت یونانی فلسفہ کے وحدۃ الوجود جیسے لاطینی مباحث میں صرف ہوتی رہیں ہمارے ہزاروں بڑے بڑے دماغ عظیم دانشور و عقلاء جو انسانیت کو بہت کچھ دے سکتے تھے انہوں نے اپنی علمی و ذہنی صلاحیتوں کو ایسے لاطینی و بے سود مباحث میں صرف کیا وہ صدیوں تک وحدۃ الوجود کا مسئلہ حل کرتے رہے اپنے علم و ذہانت و وقت اور صلاحیتوں کے غلط استعمال کی یہ سزا ملی کہ قدرت نے ان مسائل و حقائق سے جن کا قوموں کے عروج و زوال، غلبہ و سر بلندی موت و حیات اور اجتماعی زندگی سے گہرا تعلق تھا ان کی اہمیت و حقیقت ہمارے دل و دماغ سے محو کر دی اور قدرت کی طرف سے یہ وبال یا عذاب ہم پر آیا کہ ہمارے بڑے بڑے علم و عرفان کے دعویدار صدیوں سے اندھوں کی طرح یونانی و ایزانی افکار و نظریات کی تاریکی و جہالت میں بھٹکتے رہے اور ملت اسلامیہ اور انسانیت کے اجتماعی مسائل کی گھتیاں الجھتی گئیں علم میں تنزل بڑھتا گیا اور دنیا کہاں سے کہاں نکل گئی۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے قرون وسطیٰ اور عصر حاضر میں یورپ اور مسلمانوں کے علمی و عقلی مقام کا بڑا اچھا تجزیہ کیا ہے سا توں صدی ہجری میں جب یورپ نے صلیبی یلغار شروع کی اس کا پانچواں صلیبی حملہ شاہ فرانس سینٹ لوئیس St. Loewis کی طرف سے براہ راست مصر پر ہوا اس کی سرگزشت ایک فرانسیسی مجاہد نے آن ژوا این ویل نے تاریخ میں محفوظ کی اس واقعہ کو دیکھ کر یورپ کے بدرجہا فائق ہے اہل یورپ

مسلمانوں کے اسلحہ و ترقیات کو حیرت سے دیکھتے تھے چنانچہ جب مسلمانوں نے اس دور کے میزائل یعنی آگ کے شعلوں میں جلتے بان کے تیروں کی بوچھاڑ کی تو فرانس کے شہنشاہ سینٹ لوکس نے حکم دیا کہ عیسائی افواج سجدہ میں گر کر خداوند مسیح سے دعا کریں کہ مسلمانوں کے میزائل انہیں گزند نہ پہنچائیں، چنانچہ سجدہ میں دعائیں ہوتی رہیں اور فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہو گیا اس کے تقریباً پانچ سو سال کے بعد نیپولین نے مصر پر حملہ کیا اس وقت یورپ کا تاریک دور ختم ہو کر وہ علم و سائنس میں مسلمانوں سے بدرجہا آگے نکل چکا تھا۔ اب وہ قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کی جگہ پر تھا اور مسلمان قرون وسطیٰ کے یورپ کے تاریک دور میں پہنچ چکے تھے اب معاملہ ریزلٹ برعکس ہوا۔ اب یورپ کی ترقیات اور جدید اسلحہ مسلمانوں کو حیرت زدہ کرنے والے تھے، حاکم مصر نے شیخ الازہر سے مدد چاہی تو ارشاد ہوا کہ ختم بخاری شریف انجاء مقاصد کے لئے تیر بہدف نسخہ ہے چنانچہ بخاری شریف کا ختم شروع کر دیا گیا۔ بخاری شریف ختم نہیں ہوا تھا کہ قاہرہ پرفرائیسی افواج کا قبضہ ہو گیا غرض تہذیبوں کا عروج و زوال ہو یا عسکری فتح و شکست یا اقتصادی و معاشی ترقی و بد حالی سب ہی کا تعلق علم سے ہے ہمارے موجودہ تنزل، حکومی و محتاجی کا حقیقی سبب صرف ایک ہے وہ ہے علم میں اقوام عالم سے پچھڑ جانا اس وقت ہمارے علمی تنزل کا حال یہ ہے کہ باوجود پیڑول، ریڑ اور ہر قسم کے معدنی ذخائر و خزانے رکھنے کے ۶۰ مسلم ملکوں کی مجموعی سالانہ آمدنی (GDP) یورپ کے کسی چھوٹے سے بے حیثیت ملک کے برابر بھی نہیں ہے۔ ۱۵۰ ملین آبادی اور نیوکلیئر طاقت کے حاصل پاکستان کی ۵۷ یونیورسٹیوں کا سالانہ بجٹ ۹ بلین روپیہ اور ملک کے سالانہ GDP ۱۲ بلین ڈالر ہے جبکہ ایک ملین آبادی کے شہر سنگاپور کی واحد یونیورسٹی کا سالانہ بجٹ ۵۵ بلین ڈالر اور صرف ۴ ملین آبادی کے غیر معروف ملک فن لینڈ کی صرف موبائل فون سے آمدنی سالانہ ۲۶ بلین ڈالر ہے۔ اس لئے کہ ہم تعلیم میں ساری اقوام سے پسماندہ رہ گئے ہیں مثلاً عرب لیگ کے ۲۴ ملکوں میں (جن میں اکثر تیل کی دولت سے مالا مال ہیں) تقریباً ۳۵۰ یونیورسٹیاں ہیں اور ہر سال تقریباً چار سو پچاس افراد P.h.d. کرتے ہیں جبکہ صرف برطانیہ میں ایک ہزار سے زیادہ یونیورسٹیاں اور ہر سال تقریباً ۱۲ ہزار افراد PHD کرتے ہیں، غرض مغرب کا دنیا پر غلبہ و تسلط اور سیاسی و تمدنی حکمران سپر پاور بن کر دنیا کا آقا و حاکم بن جانا سب کچھ اس کی علمی تفوق و برتری کا نتیجہ ہے۔

امت مسلمہ کا اس وقت بنیادی مسئلہ علم میں پچھڑ جانا ہے، جس کی وجہ سے ہمارے اور مغرب کے درمیان طاقت کا توازن اس قدر بگڑ گیا کہ فرق ایک اور ہزار کا ہو گیا اس کمزوری نے ملت اسلامیہ کو مغرب کے رحم و کرم پر کر دیا جب یہ بات واضح ہو گئی کہ تہذیبوں کے عروج و زوال کا اصل و بنیادی سبب علم ہے۔ علم کا صحیح استعمال انسانیت کیلئے فلاح و بہبودی اور خوش بختی اور غلط استعمال ہلاکت و تباہی کا سبب بنتا ہے اور علم کی طاقت کا صحیح یا غلط استعمال موقوف ہے انسانیت اور زندگی کے متعلق نظر

عزت و احترام مساوات و برابری کا نظریہ و عقیدہ رکھتا ہے یا کسی خاص رنگ و نسل کے تفوق و برتری کا اگر دنیا میں علم کے سرچشمے اول الذکر کے پاس ہیں تو وہ دنیا اور انسانیت کے لئے باعث رحمت و خوشحالی اور ثانی الذکر کے پاس ہیں تو باعث ہلاکت و تباہی ہو گا یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ علم و سائنس کے سرچشمے و سوتے جب تک مسلمانوں کے پاس رہے ان کا استعمال عموماً انسانیت کی بہبودی و نفع رسانی کے لئے رہا اور جب سے علم و سائنس پر مغرب کی نسل پرستانہ نقطہ نظر رکھنے والی اقوام کا تسلط ہوا ان کا زیادہ تر استعمال تہذیبوں کی تخریب و تباہی اور ان کا استحصال کر کے ہمہ جہتی غلام بنانے کے لئے ہو رہا ہے یہ پوری انسانیت کی بد قسمتی ہے کہ اسی وقت علم و سائنس پر جن کی اجارہ داری ہے وہ انسانیت کے متعلق نسلی تفریق کا نکتہ نظر رکھتے ہیں مغرب ہمیشہ ہی سے اپنے جغرافیہ و رنگ و خون کی تفوق و برتری اور غیر یورپین تہذیبوں کے گھٹیا اور حقیر ہونے کے نظریہ کا قائل رہا ہے ہمارے نزدیک اس وقت کا سب سے تشویش ناک اور فکر انگیز مسئلہ امریکہ یا یورپ کا علم و سائنس میں تفوق نہیں بلکہ ان کا متعصبانہ اور نسل پرستانہ نظریہ حیات ہے یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ یورپ نے کبھی غیر یورپ کے ساتھ انصاف نہیں کیا اس نے ہمیشہ غیر تہذیبوں اور اقوام کو اپنی شکار گاہ سمجھا۔

گزشتہ دو صدیوں میں دنیا بھر میں جہاں کہیں اقوام و تہذیبوں کی خوریزی دنیا میں آئی و یورپ کے اسی نسل پرستانہ سوچ کی وجہ سے آئی اور اکیسویں صدی میں داخل ہوتے ہوئے مغرب کے افریقہ، مشرق وسطیٰ و ایشیاء جنوبی ایشیاء اور مشرق بعید کو لوٹ کر اور چوس کر کنگال کر دیا اور ان کی شاہ رگ پر اپنے خونی نیچے گاڑ دیئے اس وقت امریکہ گلوبلائزیشن کے خوشنامہ عنوان سے تمام تہذیبوں کی صفات و خصوصیات ختم کر کے ان پر امریکی کلچر و طریقوں کو مسلط کرنا چاہ رہا ہے تاکہ دنیا کی تمام تہذیبیں اپنے تاریخی تہذیبی ثقافتی و مذہبی ورثہ سے بیگانہ ہو کر بلکہ ان پر لعنت بھیج کر امریکی کلچر و طرز زندگی میں ڈوب کر بخوشی امریکی غلامی پر فخر کرنے لگے۔

مغرب کی نسل پرستانہ سوچ نے علم و سائنس کے سرچشموں میں زہر گھول کر رکھ دیا اور دنیا کے حسین گلشن کو ٹامم بم یا بارود کے ڈھیر پر لا کھڑا کیا ہے علم و سائنس کی بدولت دنیا کی معاشیات صنعت و تجارت تمدن و کلچر اور ہمہ نوع وسائل و پیداوار پر مغرب کا مٹھی بھر نسل پرست ٹولے کا قبضہ ہو گیا ہے جن کا مقصد دنیا کی تمام تہذیبوں کو مستقل طور پر اپنا سیاسی اقتصادی و تہذیبی غلام بنانا ہے مغرب کا یہ خطرناک نسل پرست گروہ صہیونی اور امریکہ کے انگلو پروٹسٹنٹ (Anglo Protestant) گروپ پر مشتمل ہے جو علم و سائنس کا استعمال انسانیت کی بہبودی و خوشحالی کی بجائے بھیا تک تباہی لانے والے اسلحہ و ایجادات اور قوموں اور تہذیبوں کے خلاف سازشوں اور انہیں باہم دست و گریباں کرنے کے لئے کر رہا ہے علم و سائنس کے غلط استعمال ہی کا نتیجہ ہے کہ دنیا تباہی کے دہانے پر پہنچ گئی ہے ہر سال 4 کروڑ انسان بھوک سے مر جاتے ہیں دنیا کی آبادی و مومن کی وراثت وراثت کے ساتھ ساتھ دوسری طرف امریکہ کا

اقوام عالم پر اپنی دہشت طاری رکھنے کے لئے فوجی بجٹ چار سو بلین ڈالر سے تجاوز کر گیا ہے۔ اور تقریباً اتنا ہی تہذیبوں کے خلاف سازشوں اور ان میں نفرت و عداوت کے شعلے بھڑکانے کے لئے سی آئی اے اور دیگر ایجنسیوں کا بجٹ ہے اگر صرف امریکہ کے فوجی و نٹلیجنس بجٹ کا ایک چوتھائی حصہ انسانیت کی بہبودی کے لئے صرف ہو تو دنیا کا کوئی انسان بھوکا اور بغیر علاج کے نہیں رہ سکتا غرض علم و سائنس پر انسانیت کے متعلق منفی و متعصبانہ نظریہ حیات رکھنے والوں کی اجارہ داری انسانیت اور اس سے محبت رکھنے والے ہر فرد بشر اور دنیا کے مفکرین دانشوروں اور عقلاء کے لئے وقت کا سب سے بڑا چیلنج ہے اور ان کی ذہانت کا سخت ترین امتحان و آزمائش بھی۔

اس وقت عالم اسلام اور پوری دنیا کے لئے سب سے پہلے اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ مغرب نے گزشتہ چند صدیوں میں سخت محنت و جدوجہد کر کے علم و سائنس کے ہر شعبہ میں غلبہ حاصل کر لیا اور نسل پرست صہیونیوں نے مغرب کے ہر شعبہ پر پنچہ گاڑ کر اسے باور کروا دیا ہے کہ اسلامی تہذیب و تمدن کی تباہی میں مغرب کی بقاء ہے چنانچہ ۱۱ ستمبر کے بعد مسٹر بش نے اسلامی تہذیب کے خلاف پوری قوت سے کروسیڈ وار (صلیبی جنگ) شروع کر دی ہے اس وقت دنیا کے اسکرین پر اصل تصادم انہی دو تہذیبوں کے مابین ہے مغرب کے اس معاندانہ رویہ نے مسلم نوجوانوں میں غم و غصہ بھرا کر انہیں نفرت و انتقام کی منفی راہ پر ڈال دیا ہے۔ مغرب اپنے طرز عمل سے مسلم نوجوانوں میں نفرت اور اندھے انتقام کی آگ کو ہوادے رہا ہے یہ حالات بظاہر اسلام اور اس کی تہذیب کے لئے سخت مایوس کن ہیں ہمیں خوب سمجھنا چاہیے کہ اس سے دنیا میں صرف تباہی ہی آ سکتی ہے عروج و سر بلندی کا راستہ صبر و استقامت، تحمل و برداشت مغرب کے مشتعل کرنے والے رویہ کو نظر انداز اور انور کر کے اپنی صدیوں کی کوتاہیوں، غفلت اور بے حسی کا ادراک کر کے اس کی تلافی و تدارک میں جُست جانا اور علم و سائنس میں پسماندگی ختم کرنے کے لئے کمر ہمت کس لینا ہے، عصری علوم میں مغرب کی برتری و اجارہ داری ختم کرنے کے لئے عصری علم کے ہر شعبہ میں کمال حاصل کرنے کے لئے خود کو وقف کر دینا ہے یہ بات خوب سمجھ لینی چاہیے کہ ہمارا زوال و تنزل صدیوں میں اس حد تک پہنچا ہے کہ اسے دور کرنا یا اس کی تلافی کو دور کرنے کے لئے بھی طویل عرصہ درکار ہوگا تہذیبوں اور قوموں کی زندگی میں کوئی شاکست نہیں ہوتا دنیا کی کوئی تہذیب و قوم کبھی کسی جادوئی چھڑی یا اللہ دین کے چراغ سے آنا فنا زوال سے عروج کا فاصلہ طے نہیں کر سکی اس لئے ملت کا ہر فرد عصری علم کے حصول کے ایک نکاتی پروگرام کو نصب العین بنا کر اپنی جگہ پر جدوجہد میں لگ جائے ملت کا ہر فرد عزم کرے کہ کم از کم ایک بچہ کو صحیح دینی تعلیم و تربیت کے ساتھ اعلیٰ ترین عصری تعلیم سے لیس کرے گا ہمارے نزدیک صرف یہی واحد راستہ ہے یعنی دینی و عصری تعلیم کی یکجائی اور علم کے سرچشموں اور سوتوں پر کنٹرول کی جدوجہد جو ملت اسلامیہ کو تنزل و زوال سے عروج و سر بلندی کی طرف لے جاسکتا ہے۔